ہفت روزہ

30/13

خدام الدین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹/ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

۵/ اکتوبر ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

انتظار حسین اسعد قادری

عَنْ عبد اللہ بن عامرِ الیحصبیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ وَ اَحَادِیْثَ اِلَّا حَدِیْثًا کَانَ فِیْ عَھْدِ عُمَرَ فَاِنَّ عُمَرَ کَانَ یُخِیْفُ النَّاسَ فِی اللّٰہِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ فَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَنْ طِیْبِ نَفْسِیْ فَمُبَارَکٌ لَہٗ فِیْہِ وَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ وَ شَرَہٍ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَ لَا یَشْبَعُ (مسلم ص۳۳۳ ج۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے لوگو! تم روایت حدیث کے معاملہ میں غایت درجہ احتیاط سے کام لو۔ ہاں وہ حدیث بلا جھجک بیان کرو جو حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں تھیں

کیونکہ حضرت عمرؓ ایسے بزرگ تھے جو لوگوں کو اللہ تعالےٰ سے بہت ڈراتے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا "یقیناً میں خازن ہوں جس کو میں اپنی خوشی سے کوئی چیز دیتا ہوں تو وہ اس کے حق میں بہت ہی برکت والی ہے اور جس کو اس کے سوال یا اس کے شر سے بچنے کے لئے کچھ دیا جاتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو کھاتا تو ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں من گھڑت اور موضوع روایات کی آمیزش ہو جائے چونکہ حضرت فاروق اعظمؓ اشد ھم فی امر اللہ تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ جو روایات عام طور پر دورِ فاروقی میں تھیں انہیں البتہ بلا جھجک نقل کرو۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں من گھڑت چیزوں کو حدیث کا عنوان دے کر معاشرہ میں پھیلانا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔"

اس سے آگے جو روایت ہے اس کا ایک حصّہ تو وہی ہے جو پہلے آچکا ہے۔ یعنی انما انا قاسم واللہ یعطی۔ دوسرا حصّہ یہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میں خازن ہوں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اللہ کے نبی تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جو علم اور کمالات عطا فرمائے تھے ان کی اشاعت و ترویج اور ان کو لوگوں تک پہنچانا آپ کے فرائض میں شامل تھا۔ نیز مسلم معاشرہ کی فلاح و بہبود اور اس کے اجتماعی مفادات کی غرض سے مختلف مناصب پر متعین کرنا اور ان سے کام لینا بھی آپ ہی کا کام تھا۔ سیرت نبویؐ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مختلف لوگوں کی مختلف ذمہ داریوں پر تقرری فرماتے اور وہ حضرات بلا حیل و حجت ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں جُت جاتے لیکن یہ سب کچھ ایسے ہوتا تھا کہ کوئی شخص کبھی آپ سے کسی ذمہ داری کو سنبھالنے کی درخواست نہیں کرتا تھا بلکہ آپ کی نگاہِ انتخاب جس پر پڑتی وہی اس کام کو سرانجام دیتا اور اپنی

(باقی ۶ پر)

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۱۳

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

بدل اشتراک
فی کاپی: -/۲ روپے
پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

نظامِ شریعت کنونشنوں کا انعقاد

علماء حق کی نمائندہ تنظیم نے جو ان دنوں نظام العلماء پاکستان کے نام سے کام کر رہی ہے ماہ رواں اور آئندہ ماہ کے دوران ملک بھر میں صوبائی اور مرکزی سطح پر نظامِ شریعت کنونشن کے نام سے پانچ بڑے اجتماعات کے انعقاد کا اعلان کیا ہے۔

اعلان شدہ پروگرام کے مطابق سب سے پہلے پنجاب کے علماء اور کارکنوں کا صوبائی نظامِ شریعت کنونشن ۱۰ اکتوبر ۸۴ء بدھ کو بخاری مسجد جناح کالونی فیصل آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس کے بعد صوبہ سرحد کا نظامِ شریعت کنونشن ۲۲ اکتوبر پیر کو مدینہ مسجد گلبہار کالونی ۲ پشاور میں، صوبہ بلوچستان کا نظام شریعت کنونشن ۲۶ اکتوبر جمعہ کو مدرسہ مدینۃ العلوم قلعہ سیف اللہ ضلع ژوب میں اور صوبہ سندھ کا نظامِ شریعت کنونشن ۲۸ اکتوبر اتوار کو مدرسہ مفتاح العلوم گھاس مارکیٹ حیدرآباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ جبکہ مرکزی اجتماع کل پاکستان نظامِ شریعت کنونشن کے عنوان سے ۴-۵ نومبر اتوار پیر کو لاہور میں منعقد ہوگا۔ انشاءاللہ

ان اجتماعات میں نظام العلماء پاکستان کے مرکزی اور صوبائی عہدہ داروں کے انتخابات بھی عمل میں لائے جائیں گے اور قافلہ ولی اللٰہی کے وابستگان اپنے دینی و قومی مشن کی تکمیل کے لئے نئے عزم کے ساتھ سفرِ نو کا آغاز کریں گے۔

نظام العلماء پاکستان کے قائد حضرت مولانا عبید اللہ انور

ناشر مولانا عبید اللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

دامت برکاتہم کے جاری کردہ ایک سرکلر کے مطابق ان اجتماعات کا مقصد جماعتی تنظیم نو کے علاوہ اسلامی نظام کے عملی نفاذ، عوامی حلقوں کی بحالی اور قومی سیاست پر دینی رجحانات کی بالادستی کے لئے جد و جہد کا طریق کار اور لائحہ عمل طے کرنا اور اس سلسلہ میں ملک بھر کے ہمخیال علماء کرام اور کارکنوں کو اعتماد میں لینا ہے۔

ملک اس وقت دینی اور سیاسی طور پر جن حالات سے گذر رہا ہے ان سے ہر ذی شعور پریشان اور مضطرب ہے ایک طرف اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت کے قول و عمل میں واضح تضاد اور بیورو کریسی کی منافقانہ روش نے نظام شریعت کے نفاذ کی جد و جہد کو سخت نقصان سے دو چار کر رکھا ہے دوسری طرف سیاسی عمل کی بحالی اور آزادانہ انتخابات کے سلسلہ میں حکمرانوں کی غیر واضح اور مسلسل گو مگو کی مظہر پالیسی نے ملک کے مختلف حصوں کے باشندوں کے درمیان عدم اعتماد اور شکوک و شبہات کی فضا پیدا کر دی ہے جس سے ملکی سالمیت کے لئے واضح خطرات محسوس کئے جا رہے ہیں اور تیسری طرف ملک کی سرحدوں پر روسی اور بھارتی افواج کی نقل و حرکت، گرد و پیش کے مسموم حالات اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر بیرونی حملہ کے خدشات نے حساس دلوں کے اضطراب کو دوچند کر دیا ہے۔

ان حالات میں ملکی سالمیت کے تحفظ، نظام شریعت کے نفاذ اور جمہوری عمل کی بحالی کے لئے جس مربوط اور مستحکم نظریاتی و عملی جد و جہد کی ضرورت ہے عوامی نمائندگی کے دعویدار سیاستدانوں کی اکثریت اسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مخصوص عالمی لابیوں کے حصار میں سیاست کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ اسی صورت حال میں قوم کی صحیح سمت راہنمائی اور دینی و قومی تقاضوں میں توازن قائم رکھتے ہوئے لائحہ عمل کا تعین علماء حق کی ذمہ داری ہے۔

علماء حق کا شاندار ماضی گواہ ہے کہ انہوں نے ہر نازک اور مشکل مرحلہ میں قوم کو صحیح راستہ دکھایا ہے۔ اس کی راہنمائی کی ہے اور ہراول دستہ کا کردار ادا کرتے ہوئے فیصلہ کن عملی جد و جہد کا در وا کیا ہے۔ آج بھی اہل حق اسی عزم کے ساتھ آگے بڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں گو باہمی خلفشار نے انہیں قلبی صدمہ اور ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا ہے لیکن ان کے عزم و استقلال جوش و جذبہ اور اخلاص و ایثار کا آج بھی وہی عالم ہے کہ ملک کی تاریخ ایک نیا ورق الٹنے کے لئے اسی قافلۂ حریت کے غلاموں کا رُخ دیکھ رہی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ملک بھر کے علماء اور کارکن ان اجتماعات کو روایتی جوش و جذبہ کے ساتھ کامیاب بنائیں گے اور یہ اجتماعات ملک کی دینی و جمہوری جد و جہد میں ایک اہم موڑ ثابت ہوں گے

ربوہ کی ختم نبوّت کانفرنس

ماہِ رواں کی ۱۲ر۱۳ر تاریخ کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوّت کی دو روزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں حسب سابق تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور زعماء خطاب فرمائیں گے اور ملک کے مختلف حصّوں سے تحریک ختم نبوّت کے کارکن ہزاروں کی تعداد میں شریک ہو کر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی مقدس جد و جہد کے لئے عزم و عہد کی تجدید کریں گے

ربوہ کی یہ ختم نبوت کانفرنس اس لحاظ سے اہمیت و خصوصیت کی حامل ہے کہ منکرین ختم نبوّت کی سرزمین میں علماء کرام عقیدۂ ختم نبوّت کی اہمیت و ضرورت

(باقی ۶ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

صحابہ کرام رضؓ کے جذبۂ عمل کو بیدار کریں

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ؒ

بعد الحمد والصلوٰۃ :-

محترم حضرات ! ربیع الاوّل کا مہینہ ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہے۔ اس مہینہ میں حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ولادت با سعادت کی نسبت بالعموم خوشی و مسرّت کے اظہار کے لیے مختلف النوع تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ ان کی نسبت سے آج کی مجلس ذکر میں کچھ گذارشات پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

آپ کی آمد و بعثت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ آپ معلّم و مربّی بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی آخری وحی سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت دنیا کے جو حالات تھے ان پر کسی بھی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا پوری طرح جہالت و تاریکی کا شکار تھی۔ آپؐ نے ایمان و یقین کی دعوت دے کر دنیا میں ایسا انقلاب بپا کیا کہ اس انقلاب سے متاثر ہونے والا ہر فرد آفتاب و ماہتاب بن گیا۔

حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے انسانیت کے بہترین نمونے تیار فرمائے جو آپ کی حسنِ تربیت کا اعجاز تھا۔

سچ پوچھیں تو انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہی اس لیے ہے کہ انسان کے اندر کی انسانیت کو بیدار کر کے اس کا تعلق اپنے مالک سے جوڑ دیا جائے

ہم نے انسان کے متعلق یہی سمجھا ہے کہ وہ محض ظاہری ڈھانچے کا نام ہے۔ حالانکہ اصل انسان اندر کا انسان ہے جس کو قلب و روح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیغمبرانِ خدا کی بعثت اسی قلب و روح کی تربیت کی خاطر ہوتی ہے۔ قرآنِ عزیز نے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے فرائض میں "تزکیہ" کا ذکر کیا ہے اس کا تعلق اسی قلب و روح سے ہے آپ نے ایک طبقہ کو لا الٰہ کے نشہ میں سرشار کر کے اس مقام پر پہنچا دیا کہ آج اس طبقہ کی تعریف دشمن بھی کرنے پر مجبور ہے۔

یہ طبقہ جسے صحابہ علیہم الرضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے ایمان و یقین اور دینی خدمات کے سبب اپنا ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ ان حضرات میں اور آج کا انسان ان میں سے کسی ایک شخصیت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ایک ایسی بات کی طرف میں آپ کو آج کی اس مجلس میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جو میرے

نقطۂ نظر سے بڑی اہم ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات نے نورِ نبوّت سے اکتساب فیض کے بعد اپنی زندگیاں اس سانچہ میں ڈھال لیں کہ وہ سراپا عمل ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آپ اگر ان کی سوانح کا جائزہ لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ہماری طرح قول کے دھنی نہیں۔ بلکہ عمل کے دھنی تھے اور اللہ کی بارگاہ قدس میں یہی بات اصل سرمایہ ہے۔

آج کے انسان نے کاغذ کے پھولوں سے دنیا کو معطر کرنا چاہا ہے اور اس کی تمام تر سرگرمیوں کا محور یہی کچھ ہے لیکن یہ چیزیں اسوۂ نبوت و رسالت سے کوئی مطابقت نہیں رکھتیں۔ جو چیز کامیابی کی کلید ہے وہ جذبۂ عمل کی بیداری ہے جس کا اظہار بدر کے موقعہ پر صحابہؓ نے یوں کیا کہ اے اللہ کے پیغمبرؐ! آپ جہاد کے لیے بسم اللہ کریں ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے۔

اللہ تعالےٰ سے میری دعا ہے کہ ہم میں صحابہ کرامؓ کا جذبۂ عمل بیدار ہو جائے اور ہم حضور نبی کریم علیہ السلام کے اسوۂ حیات کو اپنا کر دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

بقیہ : شذرہ

کے بیان کے ساتھ ساتھ انکارِ ختم نبوّت کے مضرّات اور نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے ہر حقائق حق اور اتمام حجت کے فرض سے عہدہ برآ ہوتے ہیں اور اس سال یہ کانفرنس اس لئے بھی مسلمانوں کی خصوصی توجہ اور دل چسپی کی متقاضی ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں صدارتی آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ربوہ میں مسلمانوں کا یہ پہلا بڑا اجتماع ہے۔

ملک کے تمام دینی حلقوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اس اہم اجتماع کی کامیابی کے لئے خصوصی توجہ اور دلچسپی کا مظاہرہ کریں اور مل جل کر اس اجتماع کو تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع بنانے کی کوشش کریں تاکہ ربوہ کی یہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس فی الواقع احقاقِ حق اور اتمام حجت کا عنوان بن سکے۔

(ظہیر میر)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

سعادت تصور کرتا۔ اسلامی معاشرہ میں لوگوں کا عہدہ و منصب کی تلاش میں سرگرداں ہونا ایک عجیب سی بات ہے اور یہ انہونی بات ہمارے یہاں اس وقت سے رواج پذیر ہوئی ہے جب ہم مغربی جمہوریت کے والا و شیدا ہوئے ہیں اب ہم میں ہر میر و فقیر کا یہ حال ہے کہ وہ تلاش منصب میں سرگرداں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس قسم کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ گویا کھایا تو سہی لیکن پیٹ نہیں بھرا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اس کی اہلیت کی بناء پر کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اللہ تعالےٰ اس کے معین و مددگار رہتے ہیں اور اس کی امداد فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب نصرت خداوندی سے کوئی محروم ہو جاتے تو پھر معاملات کی انجام دہی بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ انسان قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور بسا اوقات برے انجام سے دوچار ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ انجام کی خرابی سے بچائے۔ آمین!

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ اگلی ماہانہ مجلس ذکر اتوار، ۷ر اکتوبر ۱۹۸۴ء بعد نماز مغرب خضراء مسجد سمن آباد لاہور میں زیر صدارت حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب منعقد ہوگی۔ دعوت عام ہے۔

خطبہ جمعہ　　ضبط و ترتیب : ادارہ

دشمنانِ رسولؐ کا عبرت ناک انجام

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیداللہ انور مدظلہم

امّا بعد : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ...... فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔ (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! قرآن کریم کے آخری پارہ کی مختصر سورتوں میں سے ایک سورۃ جس کا نام "اللھب" ہے آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اس کا ترجمہ ہے:۔

"ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ، کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو اس نے کمایا، اب پڑے گا لپٹیں مارتی آگ میں اور اس کی جورو، جو سر پہ لئے پھرتی ہے ایندھن، اس کی گردن میں رسّی ہے مونجھ کی۔"

(حضرت شیخ الہندؒ)

اس سورۃ میں درحقیقت حضور علیہ السلام کے ایک حقیقی چچا اور اس کی بیوی کے برُے اور عبرت ناک انجام کا ذکر ہے جو ابولہب کے نام سے معروف تھا لیکن جس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس عبرت ناک انجام کی وجہ اس کا وہ گستاخانہ اور توہین آمیز رویّہ تھا جو حضور علیہ السلام کی شانِ اقدس میں روا رکھا گیا تھا۔

تشریحی فوائد

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ اپنے فاضلانہ تفسیری فوائد میں رقمطراز ہیں:۔

ابولہب (جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا حقیقی چچا تھا لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضورؐ کا شدید ترین دشمن تھا جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے پائے مبارکہ لہولہان ہو جاتے، اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو یہ شخص (معاذاللہ) جھوٹا، بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں ــــــ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کرکے کہتا:۔

تبًا لکما ما اری فیکما شیئًا مما یقول محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) بیان کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو پکارا، آپؐ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے

نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی ۔ ابولہب بھی موجود تھا ۔ بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر کہنے لگا تبّاً لکَ سائر الیوم الهذا جمعتنا یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لیے جمع کیا تھا ۔ اور روح المعانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپؐ کی طرف پھینکے ۔ غرض اس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی ، اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے ان سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا ۔ اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضد تھی جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی ——— سورۃ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت ، اپنا ہو یا بیگانہ ، بڑا ہو یا چھوٹا ، جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخرکار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہے گا ۔ پیغمبر کی قرابت قریبی بھی اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گی ۔

کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھروالوں نے الگ ڈال دیا وہیں مرگیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی کسی نے نہ اٹھائی جب سڑنے لگی اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دبوائی ، انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھکیل دیا ، اوپر سے پتھر بھر دیئے ——— یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی ولعذاب الاخرۃ اکبر ، لو کانوا یعلمون ۔

ضروری نکات

ان تشریحات سے ضروری باتیں یہ سامنے آتی ہیں :۔

۱ - ابولہب آپؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن سخت ترین دشمن تھا اور اس کی بیوی بھی دشمنی میں کم نہ تھی ۔

۲ - ہر موقعہ پر وہ آپؐ کی مخالفت کرتا اور اس معاملہ میں وہ اندھا ہو چکا تھا ۔

۳ - اس نے عذاب کی شکل میں اپنی اولاد اور مال کو فدیہ کے طور پر دینے کا ارادہ کیا اور خیال کیا کہ اس کے ذریعہ بچ جاؤں گا ۔

۴ - لیکن وہ جس اولاد پر نازاں تھا اس نے زندگی میں ہی اٹھا کر پھینک دیا ۔

۵ - مزید قرآن کی تصریح یہ ہے کہ اس کی بیوی آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھاتی ۔

تبصرہ

ان نکات پر کسی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں بات بالکل واضح ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھنے کے باوجود اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے اس بدترین صورتِ حال سے دو چار ہُوا اور اس کی کوئی چیز بھی اس کو عذاب الٰہی سے بچا نہ سکی ۔

ہمارے یہاں بعض لوگوں کو محض اس بنار پر بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کا کسی خاص اور معزز برادری سے تعلق ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی برادری اور تعلق کام نہیں آتا ۔ وہاں صرف "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" کی بات چلتی ہے ۔ یعنی اللہ سے ڈرنا اور توحید و رسالت پر ایمان لا کر اپنے

آپ کو منور کر لینا ایسا شخص بفضلہٖ بچ جائے گا لیکن محض نسبتی تعلق کسی کے کام نہیں آئے گا ۔

ایک اور پہلو

یہ سورت بتلاتی ہے کہ ابولہب کا بُرا انجام اس کی رسول دشمنی اور حق دشمنی کے سبب ہُوا اسی طرح قرآن و حدیث اور آثار و روایات میں اور ایسے اَن گنت لوگوں کا برا انجام مذکور ہے جو دین اسلام اور حضور علیہ السلام کے دشمن تھے ۔ قرآن نے جن دشمنوں کا ذکر کیا ان میں کفار مکہ کے ساتھ یہود و نصاریٰ کا بھی ذکر ہے اور ان کے انجام سے بھی ایک دنیا واقف ہے اس کے علاوہ ایک اور طبقہ ہے جس کو قرآن نے منافقین کا نام دیا اور ان کا ذکر بڑے سخت لب و لہجہ میں کیا ۔

ان کے حالات میں ہے کہ یہ لوگ آپ کی خدمت میں آکر آپؐ کی رسالت کا اقرار کرتے لیکن اللہ نے اس کے باوجود انہیں جھوٹا کہا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ "مذبذبین" تھے ، نہ اِدھر نہ اُدھر یعنی نہ کافر نہ مسلمان ۔ ان کا مقصد محض دھوکہ اور فریب تھا ۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ اقرار رسالت کے باوجود اللہ کے غصہ کا شکار ہوئے اور رہتی دنیا تک منافقین کہلائے ان کے طریقے کو اپنانے والوں کا کیا انجام ہوگا ؟

رسولؐ سے دشمنی صرف یہ نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے ۔ یا معاذ اللہ اسے بُرا بھلا کہا جائے بلکہ یہ بھی دشمنی ہے اور بدترین قسم کی دشمنی کہ اس ذات اقدسؐ کا نام لے کر پھر ایسے کام کئے جائیں جو اس کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہوں ۔

اس واضح پیمانہ پر ہم آج کے حالات کا جائزہ لیں تو ازحد رنج ہوتا ہے کہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی کسی بھی معاملہ میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا تو سوال ہی نہیں لیکن ظاہرداری کے طور پر ایسے ایسے کام ہوتے ہیں جن پر وقت و سرمایہ بے پناہ خرچ ہوتا ہے ۔ ایسے کام اور ایسے اعمال اللہ کی نظر میں انتہائی معیوب ہوں گے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ایسے افراد حوضِ کوثر سے محروم رہیں گے ۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو ! اس دن سے پہلے کہ جس دن کسی کا مال و سرمایہ کام نہیں آئے گا ہمیں اس کی فکر لینی چاہیے ۔ آج کتنی بدبختی اور ستم ظریفی ہے کہ قرآن و سنّت کے احکام و فرائض پر رتی برابر عمل نہیں لیکن غیر اقوام کی نقالی میں ایسی ایسی تقریبات مسرت کا اہتمام ہوتا جن کی قرآن وسنّت سے سند مل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۔

حضرات گرامی ! میں نے رات مجلس ذکر میں بھی عرض کیا اب بھی کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام سے عقیدت و محبت کے معاملہ میں صحابہ علیہم الرضوان کے اسوہ کو مشعل راہ بنائیں انہوں نے ظاہرداری کا کوئی ایسا کام نہیں کیا جسے ہم کرتے ہیں لیکن انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا ۔

وقت و سرمایہ کا جو ضیاع آج ہم کر رہے ہیں چاہیے کسی بھی حسین عنوان سے ہو وہ ربِّ محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) سے ہمیں بچا نہیں سکے گا ۔ اس لیے پوری دلسوزی کے ساتھ میری درخواست ہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق قبر و حشر کے محاسبہ سے قبل اپنا محاسبہ کر لو اور اپنی اصلاح کر لو ورنہ صبح قیامت میں ذلّت و نامرادی سے دو چار ہونا پڑے گا ۔

اللہ تعالیٰ دارین میں ہمیں سرخروئی نصیب فرمائے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

مشتاق احمد قریشی • واہ کینٹ، ضلع راولپنڈی

حضرت حمزہ رضؓ بہت بہادر تھے۔ آپ نے کفار کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں کفار کے بہت سے نامور بہادروں کو قتل کیا تھا۔

جنگِ بدر میں جب مسلمانوں اور کافروں کے لشکر آمنے سامنے ہوئے تو کفار کے لشکر کے سپہ سالار عتبہ نے میدان میں اتر کر مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ کیا تم میں کوئی ایسا بہادر ہے جو میرے مقابلہ میں آئے اور مجھ سے لڑائی کرے۔

حضرت حمزہ رضؓ عتبہ کے مقابلہ میں اترے اور پھر مقابلہ شروع ہو گیا۔ عتبہ نے بہت چالاکی کے ساتھ بار بار آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بالآخر حضرت حمزہ رضؓ نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ عتبہ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ وہیں پر ٹھنڈا ہو گیا۔ اسی جنگ میں عتبہ کا بیٹا ولید بھی مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں جہنم رسید ہو گیا۔ اس بات کا عتبہ کی بیٹی اور ولید کی بہن ہندہ کو بہت دکھ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام وحشی کو تیار کیا کہ وہ کسی طریقہ سے حضرت حمزہ کو شہید کر دے۔ اس عورت نے وحشی کو یہ لالچ بھی دیا کہ اگر اس نے حضرت حمزہ کا خاتمہ کر دیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا اور اس کے علاوہ اسے بیش قیمت انعام بھی ملے گا۔ وحشی لالچ میں آ گیا اور اس نے پروگرام بنا لیا کہ جب بھی موقع ملا حضرت حمزہ کا خاتمہ کر دے گا۔

۳ھ کو جنگِ اُحد ہوئی تو اس میں بھی حضرت حمزہ رضؓ نے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفار کے لشکر کے سپہ سالار شیبہ کو قتل کر دیا۔ پھر آپ کسی اور کافر کا پیچھا کر رہے تھے کہ کسی ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے وحشی نے ایک چھوٹا سا نیزہ آپ کی طرف پھینکا۔ (اس چھوٹے نیزے کو عربی میں حربہ کہتے ہیں اور یہ چھپ کر وار کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے)

نیزے کا وار پڑتے ہی آپ شدید زخمی ہو گئے اور اسی حالت میں آپ نے وحشی کا پیچھا کیا مگر جسم سے خون زیادہ نکل چکا تھا اس لئے زیادہ بھاگ نہ سکے اور گر پڑے اور پھر وہیں پڑے پڑے آپ کی روح اس جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

وحشی نے جب اپنے کارنامے کی اطلاع ہندہ تک پہنچائی تو اس نے آکر آپ کے ناک، کان اور دوسرے اعضاء کاٹ لیے اور نعش کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔۔۔۔۔

دربارِ رسالتؐ سے حضرت حمزہ رضؓ کو میدانِ جنگ میں فقید المثال بہادری کا مظاہرہ کرنے پر سید الشہداء کا خطاب دیا گیا۔

حضرت حمزہ رضؓ کو دفن کرنے کا وقت آیا تو آپ کے کفن کے لئے آپ کی ہمشیرہ حضرت صفیہ رضؓ نے کپڑا بھیجا اور جب کفن پہنانے لگے تو وہ چھوٹا تھا۔ چنانچہ آپ کے پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن کیا گیا۔

آپ کا قاتل "وحشیؓ" اگرچہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو، مجھے اپنے چچا حمزہ یاد آجاتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت والے دن مدینہ کی عورتیں حضورؐ کے گھر آتی تھیں تاکہ حضرت حمزہؓ کا ماتم کریں لیکن حضورؐ نے ماتم سے منع فرما دیا۔ آپ نے فرمایا کہ، اسلام میں ماتم کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت حمزہ رضؓ آج اس دنیا میں نہیں ہیں مگر ان کا نام زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین

اسلامی معاشی نظام کے بنیادی اصول

ہم ایک ایسے مادی دور سے گزر رہے ہیں جسے ترقی کا دور کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے تاریخ کے آئینہ میں دیکھا جائے تو یہ دورِ ترقی دورِ جاہلیت سے کچھ مختلف نظر نہیں آتا۔ کیونکہ یہ اس زمانہ کی طرح آج بھی انسان کو روز بروز مذہب سے دور کر رہا ہے۔ جو اس کی دنیا و آخرت کی بہتری کا ضامن ہے۔ وسائل دولت و معاش سمیٹ کر ایک مخصوص طبقہ کے حوالے کر رہا ہے۔ جس نے انسانی زندگی کو موت سے زیادہ بھیانک بنا رکھا ہے، اور مشینوں کی ایجادات سے پیشہ وروں کو بیکار اور افرادی قوت کو ناکارہ بنا رہا ہے۔ طلوعِ اسلام سے قبل بھی معاشرہ کی بالکل یہی حالت تھی جو آج دیکھنے میں آ رہی ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کے حالات کا یوں نقشہ کھینچا ہے کہ:

"اس زمانہ میں لوگوں نے دنیوی تعیش کو اپنی زندگی بنا لیا۔ آخرت کو بھلا دیا۔ شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا۔ ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ ہر شخص سرمایہ داری اور تموّل پر فخر کرنے لگا۔ اور عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہو گیا۔ غلط اور گمراہ کن عیش ان کے معاشی نظام کا اصل الاصول بن گیا۔ اور دلوں کا امن و سکون مٹ گیا۔ اس عیش پرستی کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور آمدنی کی ضرورت تھی جو ہر شخص کو مہیا نہ تھی۔ اس لیے امراء اور حکام نے معاشی دستبرد شروع کر دی۔ انھوں نے کاشتکاروں، کارکنوں اور پیشہ وروں کو اس قابل نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات کو پوری کر سکیں۔ اس مالی استحصال اور فاسد معاشی نظام نے جمہور کی یہ حالت کر دی کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقیوں کا نمونہ بن گئی۔ ان کے نفوس دنائت اور خست سے بھر گئے اور ان کی طبائع اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں۔ جب اس مصیبت نے بھیانک صورت اختیار کر لی تو اس وقت خدا تعالیٰ نے اس فاسد مادہ کو جڑ سے اکھاڑنے اور اس کا قلع قمع کرنے کے لیے اسلام بھیجا۔ جس نے دنیا کے سامنے ایک نیا معاشی نظام پیش کیا۔" (حجۃ البالغہ)۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی تخلیق یا ایجاد کے متعلق جتنی معرفت اس کے خالق یا موجد کو ہوتی ہے۔ اتنی اسے استعمال یا مرمت کرنے والے کو نہیں ہوتی۔ اس لیے ہر مشین کے ساتھ اس کا موجد ایک پرچۂ ہدایت منسلک کر دیتا ہے۔ کہ اس کے ہر پرزہ اور کل کی کیا خاصیت ہے، اور اس سے کس طرح کام لینا ہے۔ چونکہ خالق نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تھا اور وہ اس کی طبیعت، فطرت اور طینت سے بخوبی واقف تھا۔ اس لیے اس نے اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے پیغمبر آخرالزمان کے ساتھ کتاب ہدایت بھی بھیج دی تاکہ حضرت انسان کتاب اور صاحبِ کتاب کے بتلائے ہوئے راستہ پر چل کر امن و سکون اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکے۔

بنیادی نکات

نبی آخرالزمانؐ نے دنیا کے سامنے جو معاشی نظام پیش کیا اس کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ۔ (بقرہ: ۴۰)

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے۔

مگر یہ سب کچھ اس نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ (بقرہ۔ ۴۰)

اور تم بحیثیت نائب خدا (خلیفۃ الارض) اس کے امین ہو اس لیے یہ سب کچھ تم نے اپنے خالق و مالک کی مرضی و منشا کے مطابق خرچ کرنا ہے۔

اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ۔ (الحدید ۲۷/۱)

اپنے مال میں سے خرچ کرو جو جو اپنا نائب بنا کر تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔

خرچ کرنے کا طریقہ یہ تبلایا کہ سب سے پہلے:

اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِاَنْفُسِکُمْ۔

اپنی بہتری کے لیے خرچ کرو۔

اور اس کے بعد اپنی جائز ضروریات سے جو کچھ بچے اس پر زکوٰۃ دو۔ بعد ادائے زکوٰۃ بھی اگر بچ جائے تو اسے بھی۔

اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (البقرہ ۲۴)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

مگر اپنے سے کم تر یا ابتر کو زکوٰۃ، خیرات، صدقات دیتے وقت ان کا روزی رساں اور رازق مت سمجھو اور اپنی دولت و ثروت کے گھمنڈ اور غرور میں ان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو، انہیں ذلیل نہ سمجھو اور نہ انہیں جھڑکو کیونکہ سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود)

اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ۔ (الحجر)

ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیتے ہیں اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر جاندار خواہ وہ پتھر کے پیٹ میں ہے، سمندر کی تہ میں ہے یا فضا میں اڑتا پھرتا ہے کبھی بھوکا نہیں سویا۔ حالانکہ وہ انسانوں کی طرح اسباب معاش کا ذخیرہ نہیں کرتا۔

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ

(عنکبوت)

ترجمہ: کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی نہیں اٹھاتے پھرتے۔ اللہ ان کو بھی رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔

کیونکہ وہی تمام وسائل حیات کا خالق و مالک ہے، اسی کی بحر و بر، خلاء و سماء میں حکومت ہے، جو کچھ ان میں موجود ہے وہ سب اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ وہی پانی برساتا ہے، ہوائیں چلاتا ہے، روشنی بخشتا ہے، گرمی پہنچاتا ہے، جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فنا کر دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔

تفاوتِ رزق

اسلامی معاشی نظام کے حقائق سے ناآشنا اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے خالق طبقہ کو جب غریبوں، محتاجوں مفلسوں، معذوروں اور یتیموں کی دستگیری کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس امیری اور غریبی کے تفاوت کا حق تعالیٰ کو ذمہ دار گردان کر خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔ اور بڑے غرور و تمکنت سے کہتے ہیں کہ جب خود خدا نے یہ فرق رکھا ہے، اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو محروم المعیشت پیدا کیا ہے تو ہم ان کی کفالت کے کیسے ذمہ دار بن سکتے ہیں۔ ہم تو اپنے لیے محنت کرتے ہیں، اپنے لیے کماتے ہیں۔ اور اپنے لیے دولت جمع کرتے ہیں۔ دوسروں کا اس میں حق کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ گویا ان کے پاس جو کچھ موجود ہے۔ وہ اسے نہ خالق و رازق کی دین سمجھتے ہیں اور نہ اس کی ملکیت و امانت! وہ اس میں دوسروں کو شریک کرنے اپنی دولت و ثروت میں کسی قیمت پر بھی کمی کرنے یا اسے دوسروں میں تقسیم کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی یہ خوش فہمی یا غلط فہمی قرآن کریم یوں دور کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ

ترجمہ:- اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق پر فضیلت دی ہے۔ سو جن کو زیادہ روزی دی گئی ہے، وہ اپنی روزی کو اپنے زیر دستوں پر لوٹا دیں۔ تاکہ اس روزی میں وہ سب کے سب برابر کے حقدار ہو جائیں۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ پھر کیا یہ (ایسے) اللہ کی نعمتوں کے صریح منکر نہیں ہو رہے ہیں؟

یہ مالی فضیلت، برتری اور تفوق محض اس لیے بخشا گیا ہے کہ ایک انسان دوسرے کے کام آ سکے۔ اور نظم کائنات بلاخلل رواں دواں رہے۔ اگر رزق کے وسائل سب کو برابر اور مساوی تقسیم کر دیئے جاتے تو کوئی کسی کے کام نہ آتا اور سب اپنی اپنی جگہ پر "پاٹے خاں" بنے رہتے۔ نہ مہتر ملتے نہ مستری، نہ کاردار ملتے نہ پیشکار، نہ مزدور ملتے نہ کاشتکار، وقس علیٰ ھذا اور یہ دولت و ثروت وبال بن کر رہ جاتی۔ اس لیے قدرت نے ایک ایسا معاشی نظام بنایا۔ جس میں ہر انسان اپنا حق معیشت حاصل کر سکے اور دولت ایک جگہ منجمد ہو کر نہ رہ جاتے، بلکہ گردش میں رہے۔ جس کی وضاحت سورۃ حشر میں ان الفاظ میں کر دی گئی ہے کہ:

لا یکونَ دولۃ بین اغنیاء منکم

ایسا نہ ہو کہ مال و دولت صرف دولت مندوں میں ہی محدود ہو کر رہ جائے۔

اس لیے معاشی مساوات قائم رکھنے کے لیے جائز ضروریات سے زائد دولت مستحقین میں لازماً تقسیم ہونی چاہیئے اور جو ایسا کرنے سے گریز کریں گے وہ عنداللہ، عندالرسول، اور عندالناس خائن تصور ہوں گے۔

اجماعِ اُمّت

عام طور پر موجودہ فاسد سرمایہ دارانہ نظام کو اسلامی نظام تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشی نظام کی صحیح شکل و صورت صدیوں سے ہمارے سامنے متشکل ہو کر نہیں آتی۔ مگر اسلامی تعلیمات سے ناواقفی کی وجہ سے عوام و خواص اس امر سے بے خبر ہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع امت ہے کہ جنھوں نے خدا کی دی ہوئی عقل و فکر سے یا توفیق محنت و مشقت سے یہ دولت کمائی ہے۔ وہ اس میں اپنی جائز ضروریات کی حد تک حقدار ہیں۔ ان کی جائز ضروریات سے زائد دولت ان کا حق ہے جنھیں دولت پیدا کرنے والی صلاحیتوں سے قدرت نے محروم رکھا تاکہ وہ دولت جمع کرنے والوں کی خدمت گزاری کر سکیں۔ مثلاً

۱:- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کے پاس قوت و طاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں، اس کو چاہیئے کہ اس فاضل سامان کو کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خورد و نوش حاجت سے زائد ہوں، اس کو چاہیئے کہ زائد سامان نادار اور حاجت مند کو دیدے" اس روایت کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کر لیا ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔ (محلّی ابن حزم)

۲:- اس ضمن میں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ "جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا۔ اگر اس سے پہلے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا۔ اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء و مہاجرین میں بانٹ دیتا"۔ (بحوالہ صدر)

۳:- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حالت پر بدرجۂ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دیگا۔

(محلّی جلد ۶ صـ۱۵۸)

۴:- حضرت ابوذر غفاریؓ تو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ اہل و عیال کے نفقہ سے زیادہ روپیہ جمع رکھنا قطعاً حرام ہے۔ وہ اسی کا فتویٰ دیتے تھے۔ اسی کی تبلیغ کرتے تھے اور اسی کا سب کو حکم دیتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر سورۃ توبہ)

۵:- ایک مرتبہ حضرت ابوعبیدہ اور تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا سامانِ خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آ گیا۔ تو حضرت عبیدہ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو۔ اور پھر سب کو یکجا جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر دیا۔ اس طرح سب کی قوت لایموت کا سامان کیا گیا۔ (محلّی جلد ۶ صـ۱۵۸)

۶:- مشہور محدث ابن حزم ظاہری

اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء و غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں۔ اگر مالِ فئ (بیت المال کی آمدنی ان غرباء کی معاشی کفالت کو پورا نہ ہوتا ہو۔ تو سلطان (امیر مملکت) ان اربابِ دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے۔ اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیّا ہو۔ پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسم کے لحاظ سے لباس فراہم ہو، اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے"

(بحوالہ صدر مسئلہ نمبر ۲۵)

۷:- شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں۔ جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعاً" بغرضِ رفع حوائج انسانی ہیں، اور کوئی شئے فی حد ذاتہٖ کسی کی ملکیّت خاص نہیں۔ ہاں بوجہ رفع نزاع وحصولِ انتفاع قبضہ کو علتِ ملک مقرر کیا گیا۔ اور جب تک کسی شئی پر ایک شخص کا قبضۂ تامہ مستقلہ باقی رہے۔ اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے۔ بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے۔ کیونکہ باعتبارِ اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مالِ کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوا، گو زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے۔ انبیاء و صلحاء اس سے بغایت مجتنب رہے۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا ہے۔ ہاں حاجت سے جو زائد رکھنا چاہے اس کا حکم آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیئے (یعنی وہ عنداللہ خائن شمار ہوگا)۔

(ایضاح الدولہ ص ۲۹۸)

۸:- غرض کہ صحابہ کرام اور آئمہ مجتہدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ "اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریاتِ رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے"،

(محلی جلد نمبر ۶)

بنیادی اصول

دورِ حاضر کے سرمایہ دار کو چونکہ خدا اور رسول پر ایمان و ایقان نہیں رہا وہ اپنی دولت و ثروت کو ذاتی پیداوار سمجھتا ہے۔ اس لیے جب وہ مذکورہ بالا باتیں سنتا ہے تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اور وہ انتہائی کرب و اضطراب کے ساتھ کہتا ہے کہ "جب ہم نے فاصل دولت دوسروں کے حوالے کرنی ہے تو پھر ہم کس لیے کمائیں؟ اور کیوں محنت و مشقت سے کام کریں؟ ایسے معاشی نظام میں تو کوئی ترقی نہیں کر سکتا" یہ ان کی محض خام خیالی ہے۔ کیونکہ قادرِ مطلق نے جس کو جس کام کے لیے پیدا کیا ہے اس نے اس سے وہی کام لینا ہے، اور اس نے طوعاً و کرہاً وہ کام کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں جبکہ اس اسلامی معاشی نظام پر دنیائے اسلام میں عمل ہو رہا تھا۔ ہر شخص اپنی اپنی ہمّت، قابلیّت اور صلاحیّت کے مطابق کسبِ حلال میں لگا رہتا تھا۔ صحیح اسلامی معاشی اصولوں کے مطابق اپنا کاروبار چلا رہا تھا اور کاروبار کرتے وقت ہمیشہ قرآن کریم کے یہ معاشی اصول اس کے پیشِ نظر رہتے تھے۔ جن کی نظیر اسلام کے سوا کسی اور ازم میں نہیں ملتی۔

۱:- اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔ (نساء)

۲:- اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کیا ہے۔ اس لیے سود کے نزدیک نہ جاؤ، کیونکہ اللہ سودی کاروبار کو مٹاتا ہے اور خیرات و صدقات کو بڑھاتا ہے۔ (بقرہ)

۳:- شراب اور جواء سے بچو کہ یہ ناپاک ہیں اور شیطان کے کام ہیں۔ (مائدہ)

۴:- کھاؤ اور پیو مگر اعتدال نہ کرو۔ (انعام)

۵:- فضول خرچی سے باز رہو

۶:- عدل اور انصاف سے کام لو۔ (مائدہ)

۷:- ناپ اور تول پورا دو۔ (ہود)

۸:- ان لوگوں کے لیے سخت خرابی ہے جو جب ماپ کر لیں تو لوگوں سے پورا پورا بھر لیں اور جب ان کو ماپ تول کر دیں تو گھٹا دیں۔

۹:- مال میں ملاوٹ نہ کریں۔ (نساء)

۱۰: امانت میں خیانت نہ کریں۔ (انفال)

۱۱: یتیموں کا مال نہ کھائیں (نساء)

۱۲: دوسروں کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں۔ (الحجر)

۱۳: لوگوں کے مال کا ایک حصّہ ظلم سے کھا جانے (ان کی حق کرنے) کے لیے حکام کو رشوت نہ چلائیں۔

۱۴: دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ (شعراء)

۱۵: لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے قسمیں نہ کھائیں۔ (النحل)

۱۶: حلال مال کو حرام اور (حرام کو حلال) نہ بنائیں۔ (مائدہ)

۱۷:- کسی پر زیادتی نہ کریں۔ (بقرہ)

۱۸:- ظالموں کا ساتھ نہ دیں۔ (ہود)

۱۹:- جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر نہ اترائیں۔ (انفال)

اور ۲۰:- ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں۔ (اعراف)

کیونکہ مولا کریم نے جو کچھ ہمیں دیا ہے وہ چشمِ زدن میں یہ سب کچھ چھین لینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ اور ایک دن اس نے آپ سے ان امور کے متعلق باز پرس بھی کرنی ہے۔

حدود و قیود

یہ انہی اسلامی معاشی اصولوں پر چلنے کی برکت تھی کہ قرنِ اوّل میں کروڑوں نہیں ارب پتی مسلمان موجود تھے۔ حالانکہ وہ نہ رشوت لیتے تھے، نہ ذخیرہ اندوزی، چوربازاری، ناجائز منافع خوری، ملاوٹ اور سمگلنگ کرتے تھے اور نہ مہنگائی پیدا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے، جیسا کہ مسند امام احمد میں منقول ہے کہ:

۱: جو شخص لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۲: جس شخص نے چیز مہنگی کرنے کے لیے مسلمانوں کی منڈی کے بھاؤ میں خلل اندازی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ ایسے شخص کو قیامت کے روز بڑے شعلوں کی خوراک بنائے گا۔

۳: جس شخص نے چالیس رات غلّہ کا ذخیرہ کئے رکھا، اس کا نہ اللہ سے واسطہ ہے نہ اللہ کی رحمت کا اس سے کوئی تعلق ہے۔

۴:- ذخیرہ اندوز اور رشوت خور دونوں ملعون ہیں اور اللہ کی لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔

اس لیے اس زمانہ میں لوگوں کی نظر مال پر نہیں رہتی تھی بلکہ مآل پر رہتی تھی کہ جس نے اتنا کچھ دیا ہے بلاوجہ نہیں دیا۔ امتحان و آزمائش کے لیے دیا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ اِن نعمتوں کو بحیثیت امین، مالکِ حقیقی کی مشیت و منشاء کے مطابق خرچ کرتے ہیں یا حرص و ہوس کے تحت ان میں خیانت کرتے ہیں؟ جب ہم اپنے ملازمین سے پیسہ پیسہ کا حساب لیتے ہیں، وہ ہم سے حساب کیسے نہیں لے گا؟ اس نے تو ذرّہ ذرّہ کا حساب لینا ہے۔ اس لیے اس نے معاشرہ کے ہر اس موڑ پر خطرہ کے سگنل لگا رکھے ہیں، جہاں سے بے راہ روی، غلط کاری، نفس پرستی، زر پرستی، ظلم و استبداد کی حدود شروع ہوتی ہے اور فتنہ و فساد کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ کیونکہ معاشرہ میں ظلم، فتنہ اور فساد پھیلانا قتلِ انسانی سے بھی سنگین تر ہے۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے الفتنۃ اشد من القتل۔ اس لیے اسلام نے دنیا کو ایسا صحیح اور صالح معاشی نظام عطا کیا اور ایسی حدود و قیود مقرّر کیں کہ کسی مسلمان کی زبان یا ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو گزند و ایذاء نہ پہنچ سکے اور نہ کسی کی حق تلفی ہو سکے۔

معاشی ناہمواری

ان اسلامی معاشی پابندیوں اور بنیادی اصولوں کی وجہ سے یا دولت کے چھن جانے کے خوف سے لوگوں نے اپنے اپنے کاروبار محدود یا مفقود نہیں کر لیے تھے۔ بلکہ ہر کس و ناکس کسبِ حلال کی تلاش میں مصروف رہتا تھا۔ اور کہیں کوئی بے روزگار نظر نہیں آتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے قول کے مطابق ایسے نظامِ معیشت میں:-

"بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے۔ کیونکہ سعی و کوشش کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا، لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہو گا۔ اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی، اتنی ہی جماعت، بہ حیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے

کی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے۔ لیکن صرف اپنے لیے نہیں کمائیں گے بلکہ تمام افراد اقوام کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقہ کے لیے محتاجی اور مفلسی کا پیغام ہو جائے۔ جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔"

(ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

کہ جن کی محنت و مشقت اور خون پسینہ کی کمائی سے سرمایہ داروں کا سرمایہ بڑھ رہا ہے انہیں پیٹ بھر روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ امراء نے غرباء کو، صنعت کاروں نے مزدوروں کو، زمینداروں نے کاشتکاروں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ انہیں نہ صرف نفرت و حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ انسان کی بجائے حیوان سمجھا جاتا ہے۔ دولت و ثروت کو عزت و شرف کا معیار بنا لیا گیا ہے۔ زر اندوزی کی مجنونانہ دوڑ میں ہر قسم کے غیر اخلاقی، غیر شرعی اور غیر قانونی حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اور خدا پرستی کی جگہ زر پرستی کو مقصدِ حیات بنا لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور معاشی ناہمواری نے دونوں طبقوں کا سکون و اطمینان چھین لیا ہے۔ سرمایہ دار کی نظر دوسروں کی جیبوں پر ہے اور مزدوروں کی نظر سرمایہ داروں کی تجوریوں پر۔ جس کی اسلام کے معاشی نظام میں قطعاً اجازت نہیں۔

دشمنِ دین

اسلام تو ان کو دشمنِ دین قرار دیتا ہے۔ جو یتیموں اور محتاجوں کا خیال نہ رکھیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (الماعون)

تو نے دیکھا اس کو جو (عملاً) جھٹلاتا ہے دین کو سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو، اور محتاج کے کھلانے کی طرف دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا۔

یعنی مسکینوں، محتاجوں اور یتیموں کی نہ خود دست گیری کرتا ہے نہ دوسروں کو ان کی خبرگیری کی تاکید کرتا ہے۔ اگلی آیت میں ان کو بھی دشمنانِ دین کے زمرہ میں گردانا گیا ہے۔ جو روزمرہ کے استعمال کی معمولی چیزیں بھی مانگنے سے عاریتہً دوسروں کو دینے سے گریز کرتے ہیں:

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (الماعون)

اور جو برتنے کی چیز مانگے سے نہ دیں۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو، سمجھو کہ آدمی نہیں جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ۔ اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔"

(تفسیر عثمانی صفحہ ۷۸۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک وعید فرمائی کہ:

"وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ جو خود رات کو سیر ہو کر سویا اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ گیا: حالانکہ اسے اس کا علم بھی تھا۔"

آپؐ کے دوسرے ارشادِ گرامی کے یہ الفاظ ہیں:

"جس بستی یا محلہ میں کوئی شخص صبح کو بھوکا اٹھے گا اللہ اس کے باشندوں کی حفاظت کا ذمہ دار نہیں۔"

دولت کی فراوانی

معاشرہ میں زمیندار صنعتکار اور سرمایہ دار آج پیدا نہیں۔ طلوعِ اسلام کے وقت بھی موجود تھے۔ مگر اسلامی تعلیمات نے ان کی ایسی کایا پلٹی کہ ان کے نزدیک دولت و ثروت معیارِ انسانیت نہ رہی، بلکہ خدمت اور سخاوت کو معیارِ انسانیت سمجھا جانے لگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس لیے کماتے تھے کہ اسے خدا کی راہ میں لٹا کر اپنے خالق و رازق کی خوشنودی حاصل کریں اور اپنا سرمایۂ دنیا نہیں، سرمایۂ آخرت بڑھائیں۔ یہ زکوٰۃ، خیرات اور صدقات کی برکت تھی۔ کہ یہ سب کچھ دینے کے بعد بھی ان کے ہاں دولت فراوانی تھی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں اور مابعد لوگوں کی دولت و ثروت کا یہ عالم تھا کہ حضرت طلحہؓ نے جو خیر و خیرات کی

کثرت کی وجہ سے "الفیاض" مشہور تھے اپنی وفات پر بارہ لاکھ درہم نقد اور تین کروڑ کی جائداد چھوڑی اور تین بھار (بھار گائے کے چمڑہ کو کہتے ہیں۔) سونا نکلا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات پر ان کی چار بیویوں میں سے ہر بیوی کے حصہ میں اَسّی اَسّی ہزار اشرفیاں آئیں جو ان کے ترکہ کا صرف آٹھواں حصہ تھا۔ باقی حصہ داروں کے حصص کا تو شمار ہی کیا۔ حضرت زبیر بن العوام کی دولت موجودہ حساب سے ۳۵ ہزار ملین تھی۔ یہ تو صحابہ کرام کی دولت کا حال ہے۔ ان سے بعد کے زمانہ کی یہ کیفیت تھی کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں الحصاص جوہری کی خانہ تلاشی سے ایک کروڑ آٹھ لاکھ کی اشرفیاں برآمد ہوئیں دوکان کے مال اور دوسرے مال کا شمار ہی نہیں تھا۔ الفخری کی روایت کے مطابق خلیفہ متعصم باللہ کے زمانے کا ایک چکی پیسنے والا بغداد میں ایک سو اشرفی روزانہ صرف زکوٰۃ کی مد میں خیرات کرتا تھا۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق بصرہ کے تاجر شریف عمر کی صرف تجارت کی سالانہ آمدنی اڑھائی کروڑ تھی۔ ایران کی قدیم تجارتی بندرگاہ سیراف کے ایک تاجر نے بے سرمایہ لوگوں کو تجارت میں لگانے کے لیے لاکھوں روپیہ بلاسود قرض حسنہ دے رکھا تھا۔ مرتے وقت اس نے اپنی دولت کی تہائی جو ایک ملین پونڈ تھی بذریعہ وصیت کارِ خیر کے لیے مخصوص کر دی تھی۔ عدن کے سوداگر رامشت نے ایک دفعہ جو مال چین میں بھیجا اس کا نشیانہ جو اس کے منشی علی نیلی کو ملا وہ پانچ لاکھ دینار تھا۔ اس وقت صرف مکانوں کی تعمیر پر عام تاجر ۳۰، ۴۰ ہزار پونڈ خرچ کر دیتے تھے۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے بوقتِ وفات چار صاحبزادے اور چار کروڑ نقد ترکہ چھوڑا۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت صدرالدینؒ نے اپنے ترکہ کا ایک کروڑ مستحقین میں فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ چوتھی صدی ہجری میں تو خدمتِ خلق اور سخاوت کا تو یہ عالم تھا کہ ارباب ثروت نے راہ گیروں اور مسافروں کے لیے اتنے بڑے بڑے مہمان خانے تیار کر رکھے تھے۔ جن میں بیک وقت دو دو سو آدمی بمعہ نوکر چاکر، سازو سامان اور اپنے جانوروں کے آ کر ٹھہرتے اور ان کی ضرورت کی ہر چیز چشم زدن میں مہیا کر دی جاتی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنا سامان کھولنے کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔ ہر سرائے کے ساتھ بڑی بڑی اراضیات اور سینکڑوں گائیں مسافروں کی خوراک اور دودھ کے لیے وقف رہتی تھیں۔ صرف ماوراالنہر میں ایسی دس ہزار سے اوپر سرائیں تھیں۔ اور ان مہمان خانوں کے مالک صرف اسی بات کے حریص ہوتے تھے کہ ان کے ہاں زیادہ سے زیادہ مسافر آرام پائیں۔ یہ اسی سخاوت و فیاضی، ایثار و قربانی اور دیانت کا نتیجہ تھا کہ:

"اس دور میں ایک وقت مملکتِ اسلامیہ کے اندر ایسا آیا کہ لوگ صدقات کے لیے مال کو لیے لیے پھرتے تھے مگر اس کو قبول کرنے والا ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۹۴)

مگر آج یتیموں، مسکینوں، غریبوں، محتاجوں، معذوروں کی مخلصانہ خبرگیری اور دست گیری کرنے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ مگر ایسے اربابِ ثروت ہر جگہ مل جاتے ہیں جو دولت پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ حکمِ خداوندی یہ کہ "اپنی فاضل دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر دو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

"ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے موت آنے سے قبل اس میں سے خرچ کر لو۔"

اور آخری وعید یہ دی ہے کہ:

"جو لوگ سونا اور چاندی گاڑ رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو ان کو عذابِ دردناک کی خوشخبری سنا دو کہ جس دن اس مال پر دوزخ کی آگ دھکائیں گے پھر اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے۔ اور (ان سے کہیں گے) کہ یہ ہے جو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا۔ اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔" (توبہ پ ۱۰)

یہ ہیں وہ اسلامی اصول جن پر صرف اس وقت تک عملدرآمد ہوتا رہا جب تک صحیح اسلامی حکومت دنیا میں قائم رہی۔ یہ اصول چونکہ ملوکیت اور شہنشاہیت کے مزاج کے موافق نہ تھے۔ اس لیے سلاطین نے بربنائے آمریت اس نظام کو آگے نہ چلنے دیا اگر اب کوئی حکومت یہ دور واپس لا سکے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔

(بشکریہ عالمی ادارہ اشاعت ملتان)

بقیہ : انٹرمیڈیٹ کی ۔ ۔ ۔ ۔

عملہ کی مدد سے جملہ امور کو کنٹرول کرتی ہے جن کو ماہرین ہونے کے ناطہ سے اعلیٰ ترین سہولتیں مہیّا کی جاتی ہیں لیکن ان حضرات کی اسلامیات میں علمی کم مائیگی کا منہ بولتا ثبوت یہ کتاب ہے۔

جن اصحاب علم و فضل نے عمریں صرف کرکے ان علوم پر دسترس حاصل کی ہے وہ سرکاری کاغذوں میں ان پڑھ اور جاہل ہونے کی وجہ سے ان خدمات کے قابل اور اہل نہیں سمجھے جاتے۔

میں جناب صدر اور وفاقی وزیر تعلیم سے گذارش کروں گا کہ وہ کسی ایسے لائحہ عمل اختیار کرنے کا حکم دیں کہ جس کی بنیاد پر سکول کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک جن کتابوں میں قرآنی آیات اور احادیث لکھی جاتی ہیں آئندہ ایسی غلطیوں کا اعادہ نہ ہونے پائے۔

دعائے مغفرت

حافظ محمد صادق سرگودھا کے چچا زاد بھائی حاجی احمد سعید صاحب آف ڈیرہ اسمٰعیل خان ایک ہفتہ شدید بیمار رہنے کے بعد کوئٹہ کے ہسپتال میں ۳۰ راگست کو انتقال فرماگئے مرحوم نہایت نیک متقی پرہیزگار تھے۔ احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک میں جو موتی ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔

آج بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے مزارات پر ایسی رسومات منعقد کروائی جاتی ہیں جو کہ سراسر غیر اسلامی ہیں۔ ہم ان کو بالکل پسند نہیں کرتے کیونکہ ایسے مواقع پر بزرگان دین کے مزارات پر کئی قسم کی خرافات ہوتی ہیں۔ ناچ، گانے ہوتے ہیں، قبروں پر سجدہ ریزی ہوتی ہے، قوالیوں میں شرک و بدعت کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

انٹرمیڈیٹ کی اسلامیات لازمی میں غلطیوں کی بھرمار

قاری محمد یوسف، جامعہ فاروقیہ رجسٹرڈ، شیخوپورہ

راقم الحروف کے ایک عزیز امسال گورنمنٹ کالج لاہور میں فرسٹ ائیر میں داخلہ لینے کے بعد متعلقہ نصابی کتب بازار سے خرید لائے۔ انہی خرید کردہ کتب میں زیر تبصرہ کتاب "اسلامیات لازمی انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے لئے" تھی۔ میں نے جوں ہی کتاب کھولی ایک حدیث کی عبارت پر نظر پڑی تو میں حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا۔ کیونکہ گرامر کی رو سے اُس حدیث کی حرکات (زیر، زبر، پیش) غلط تھیں۔

مجھے خیال آیا کہ مارکیٹ میں آج کل ایسے ناشرین کی کمی نہیں جو کتابت، طباعت اور پروف ریڈنگ میں ذمہ دارانہ مظاہرہ نہیں کرتے جس کی وجہ سے اس قسم کی غلطیاں اکثر و بیشتر رہ جاتی ہیں۔

میں نے اسی خیال سے کتاب اول و آخر سے دیکھی تو ٹائیٹل پر "زیر نگرانی وفاقی وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد" کی عبارت نظر آئی۔ پیش لفظ دیکھا تو معلوم ہوا کہ وزارت تعلیم نے اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کی ترتیب و اشاعت ٹیکسٹ بورڈوں کے سپرد کرنے کی بجائے اپنے ذمّے لے کر اس کی کتابت و طباعت کا اہتمام خود کیا ہے۔

اب میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس کتاب کی از اوّل تا آخر عربی عبارات دیکھنی شروع کیں جو قرآن و حدیث کے متفرق جملوں پر مشتمل تھیں پنسل میرے ہاتھ میں تھی ٹک مار کر کے نمبر لگاتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اغلاط کا مجموعہ درجن بھر کے عدد سے بھی بڑھتا ہوا نظر آیا۔

اغلاط کی تفصیل جاننے سے پہلے یہ بات نوٹ کرلیں کہ قرآن مجید کا رسم الخط ایک مستقل علم کی حیثیت سے مدون ہے جس کی خلاف ورزی کسی حالت میں بھی درست نہیں۔

بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو لکھنے میں آتے ہیں لیکن پڑھنے کے اعتبار سے ساقط لنٹ ہیں۔ اسی طرح بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جو لکھنے میں اگرچہ نہیں آتے لیکن حرکات کے اشباع (کھڑا زبر، کھڑا زیر، الٹا پیش پڑھنے) سے ان کا تلفّظ خود بخود درست ہو جاتا ہے۔

تو جس طرح سائلنٹ الفاظ کا پڑھنا غلط ہوتا ہے لیکن ان کا لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری قسم کے الفاظ کا پڑھنا ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کا لکھنا قطعی طور پر غلط اور خلاف قاعدہ شمار ہوتا ہے۔

قرآنی رسم الخط لکھنے کا وہ انداز ہے جس کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فخر موجودات سرور کائنات خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرآن مجید لکھا تھا۔

جملہ معترضہ کے طور پر گذارش کروں گا کہ جو اہل علم حضرات قرآنی رسم الخط کے موضوع پر قدرے تفصیل مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ علامہ شاطبی مرحوم کی کتاب عقیلۃ اتراب القصائد فی

اسنی المقاصد" کی طرف رجوع کریں اسی قصیدہ کی ایک انتہائی جامع اور پُرمغز شرح قاری فتح محمد صاحب مدظلہم العالی نے اردو میں اسہل الموارد کے نام سے کی ہے۔

علاوہ ازیں علامہ سیوطی مرحوم کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن کا مطالعہ بھی انتہائی مفید رہے گا۔

"اسلامیات لازمی لازمی انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے لئے" کی جن اغلاط کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں؛

پہلی قسم: قرآن مجید کی آیات میں غلطیاں۔

اس قسم کی غلطیوں میں غلط، صحیح اور وضاحت کے تین الفاظ ہم استعمال کریں گے۔ وضاحت میں صرف غلطی کی واضح طور پر نشاندہی کی جائے گی وجہ کا بیان نہیں ہوگا کیونکہ قرآن مجید کے مطبوعہ نسخے آسانی سے مل جاتے ہیں۔ غلط اور صحیح کا تقابل آسانی سے ہر شخص کر سکتا ہے۔

پہلی غلطی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹ پر عربی عبارت، وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ غلط ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صحیح ہے۔

وضاحت: اَلْیَوْمِ میں یاء کے نیچے دو نقطے ہیں تیسرا نقطہ بہرحال غلط ہے۔

دوسری غلطی صفحہ نمبر ۹ پر ہی عربی عبارت وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ غلط ہے۔

تیسری غلطی صفحہ نمبر ۲۸ پر عربی عبارت وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ غلط ہے۔

چوتھی غلطی صفحہ نمبر ۲۹ پر صفحہ ۹ والی آیت میں پھر وَالنَّبِیّٖنَ غلط ہے۔

ان تینوں مقامات میں اَلنَّبِیّٖنَ درست اور صحیح ہے۔

وضاحت: دوسری اور چوتھی غلطی والا کلمہ سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷ میں اور تیسری غلطی والا کلمہ سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۰ میں دو یاؤں کے ساتھ نہیں بلکہ با کے بعد ایک یاء مشدد لکھی ہوئی ہے اور اسی یاء کے نیچے کھڑا زیر ہے دوسری ساکن یاء لکھنا غلط ہے۔

پانچویں غلطی صفحہ نمبر ۶۴ پر عربی عبارت بِعَذَابِ اَلِیْمِ غلط ہے،

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ میں بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ صحیح ہے۔

وضاحت: اَلِیْمٍ کی میم کے نیچے دو زیر ہیں، دوسری زیر واضح طور پر نظر نہیں آتی۔

چھٹی غلطی صفحہ ۸۰ پر قرآنی عبارت خِطْاً کَبِیْرًا غلط ہے۔

سورۂ اسراء کی آیت نمبر ۳۱ میں خِطْاً کَبِیْرًا صحیح ہے۔

وضاحت: خِطْاً کے کلمہ میں الف پر دو زبر لکھنا غلط ہیں۔ الف پر ہمزہ لکھیں اور ہمزہ پر دو زبر لکھیں۔

ساتویں غلطی صفحہ ۸۸ پر عربی عبارت تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ غلط ہے

آٹھویں غلطی صفحہ ۸۸ پر ہی عربی عبارت ھُمْ لِاَمَانَاتِھِمْ غلط ہے۔

سورۂ نساء کی آیت ۵۸ میں تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ صحیح ہے اسی طرح سورہ مؤمنون کی آیت ۸ میں ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ صحیح ہے۔

وضاحت: ان دونوں مقامات میں امانات کے کلمہ میں میم کے بعد الف لکھنا اور نون کے بعد الف لکھنا غلط ہے۔ میم اور نون کو ملا کر لکھنے کے بعد ان دونوں پر کھڑا زبر لکھا جاتا ہے

نویں غلطی صفحہ نمبر ۱۰۰ پر عربی عبارت وَمَاْوَاھُمْ غلط ہے۔

سورۂ تحریم کی آیت ۹ میں وَمَاْوٰىھُمْ صحیح ہے۔

وضاحت۔ واؤ کے بعد الف لکھنا اور الف کے بعد ھُمْ لکھنا دونوں باتیں غلط ہیں واؤ کے بعد یا کا شوشہ ڈال کر اس شوشہ کو ھم کی ھاء کے ساتھ ملا کر لکھنا چاہئے بعد ازاں واؤ اور شوشہ کے درمیان کھڑا زبر لکھنا قرآنی رسم الخط کے مطابق ہے

دسویں غلطی ص۱۰۰ پر عربی عبارت میں مِنْ عَلَقْ غلط ہے

سورۂ علق کی آیت ۲ میں مِنْ عَلَقٍ صحیح ہے۔

وضاحت: عَلَقٍ کے قاف پر سکون لکھنا غلط ہے اس پر دو زیر لکھنے چاہئیں۔

گیارھویں غلطی صفحہ ۱۲۷ پر عربی عبارت لِاُوْلِی الْاَلْبَابِ غلط ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ میں لِاُولِی الْاَلْبَابِ صحیح ہے۔

وضاحت: لِاُولِی میں واؤ پر سکون لکھنا غلط ہے یہ واؤ سائی لنٹ ہے لہٰذا اس پر سکون و حرکت کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔

دوسری قسم: حدیث کی عبارت میں غلطیاں:۔

ان اغلاط کی تفصیل میں ہم وضاحت کے بعد وجہ کا عنوان بھی لکھیں گے تاکہ غلطی کا سبب بھی معلوم ہو جائے۔

پہلی غلطی صفحہ نمبر ۴۲ پر حدیث کی عبارت اَقْدَامِ الاُمَّھَات غلط ہے۔ حدیث کی عبارت میں اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ صحیح ہے۔

وضاحت: اَلْاُمَّھَاتِ کی تاء کو حرکت سے خالی رکھنا غلط ہے کیونکہ یہ سائی لنٹ نہیں ہے اس پر کسرہ یعنی زیر لکھنا چاہئے۔

وجہ: اَلْاُمَّھَاتِ۔ اَقْدَام کا مضاف الیہ ہے اور گرائمر کی رُو سے مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

دوسری غلطی صفحہ ۵۶ پر عربی عبارت فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃً فِیْ غلط ہے۔ حدیث کی عبارت میں فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ صحیح ہے۔

وضاحت: حَاجَۃً کی تاء مدورہ پر دو زبر غلط ہیں اور دو پیش صحیح ہیں۔

وجہ: حاجۃٌ کا کلمہ گرائمر کی رو سے لَیْسَ (افعال ناقصہ) کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونا چاہئے۔

تیسری غلطی ص۶۱ پر عربی عبارت کَانَ مَغْفِرَۃٌ لِذُنُوْبِہٖ وَعِتْقٌ رَقَبَتِہٖ غلط ہے۔

حدیث کی کتاب میں وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ صحیح ہے۔

وضاحت: عِتْقُ کے قاف پر پیش غلط ہے اور زبر صحیح ہے

وجہ: عِتْقَ کا کلمہ کَانَ (افعال ناقصہ) کی خبر مَغْفِرَۃً پر معطوف ہے اس لئے اسے منصوب ہی ہونا چاہئے

چوتھی غلطی ص۶۹ پر عربی عبارت اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ غلط ہے۔

حدیث کی عبارت میں اَوْ سُلْطَانٌ جَابِرٌ صحیح ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۲ کتاب المناسک کی الفصل الثالث میں یہ حدیث دارمی کے حوالہ سے مروی ہے اور وہاں سُلْطَانٌ جَائِرٌ ہے۔ جابر اور جائر معنی کے لحاظ سے اگرچہ قریب قریب ہیں۔ تاہم الفاظ روایت کو نقل کرنے میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ مظاہرہ ہے۔ ایک دوسرا فرق یہ ہے کہ اصل روایت میں فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ کے الفاظ ہیں جبکہ زیر تبصرہ کتاب میں مَاتَ کو قلمزد کرکے فَلَمْ یَحُجَّ لکھ دیا گیا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

وضاحت: جَائِرٌ میں جیم کے بعد الف پر ہمزہ لکھنا غلط ہے۔ ہمزہ کے بغیر صرف الف لکھنا صحیح ہے۔

وجہ: جَابِرٌ جبر سے مشتق ہے اور اس کا وزن عرفی فَاعِلٌ ہے۔ لہٰذا الف ساکن بے جھٹکے پڑھا جاتا ہے جو ہمزہ کے بغیر ہوتا ہے۔

پانچویں غلطی ص۱۰۷ پر ہے عربی عبارت اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمَلْنِیْ غلط ہے۔ دعا میں اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ صحیح ہے۔

وضاحت: اِسْتَعْمَلْنِیْ کے کلمہ میں میم پر زبر غلط ہے اور زیر صحیح ہے۔

وجہ: اِسْتَعْمِلْنِیْ میں اِسْتَعْمِلْ باب استفعال کا امر حاضر معروف ہے۔ جس کا عین کلمہ مکسور ہوتا ہے نہ کہ مفتوح۔

چھٹی غلطی ص۱۳۷ پر عربی عبارت اَضْعَفُ الاِیْمَان غلط ہے۔ حدیث کی کتاب میں اَضْعَفُ الاِیْمَانِ صحیح ہے۔

وضاحت: اَلْاِیْمَان میں نون ساکن لنٹ نہیں لہٰذا اس کی اپنی حرکت یعنی کسرہ لکھنا چاہیئے۔

وجہ: اَلْاِیْمَانِ اَضْعَفُ کا مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہی ہوتا ہے۔

ساتویں غلطی ص۱۳۱ پر لَا یَرْحَمْهُ اللّٰهُ عربی عبارت غلط ہے۔

حدیث کی عبارت لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ صحیح ہے۔

حدیث کا یہ جملہ مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص۴۲۱ میں لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ ہے ——— یعنی لَا یَرْحَمُ فعل کے بعد منصوب متصل کی ضمیرہٗ موجود نہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بخاری و مسلم دونوں میں یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے۔ اس اعتبار سے انٹرمیڈیٹ کی اسلامیات لازمی میں مذکور جملہ دو غلطیوں کا حامل ہے نمبر۱ میم کا سکون نمبر۲ ضمیر منصوب متصل کی زیادتی۔ قواعد کی رُو سے بھی یہ ضمیر درست نہیں کیونکہ یہ ضمیر بالامرجع ہے۔

وضاحت: لا یرحمہ اللہ میں میم پر سکون غلط ہے اور ضمہ صحیح ہے۔

وجہ: یہ نہی کا کلمہ نہیں بلکہ نفی کا کلمہ ہے اس لئے اسے مضموم ہونا چاہیئے۔

حرکات کی غلطیوں کے علاوہ احادیث کی نقل میں ایک بنیادی کمزوری یہ بھی ہے کہ اکثر و بیشتر احادیث کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

کتاب میں مذکور احادیث اگرچہ صحیح اور درست ہی ہیں تاہم جس طرح قرآنی آیات کا حوالہ اُن کے مستند اور صحیح ہونے کے باوجود ضروری سمجھا اور دیا گیا ہے اِسی طرح احادیث کو نقل کرتے ہوئے ان کے ماخذ کا نام کم از کم ضرور ہونا چاہیئے۔

وفاقی وزارت تعلیم کی توجہ کیلئے

قرآن مجید کی آیات میں گیارہ اور احادیث کی عبارت میں سات غلطیاں ایک ایسی کتاب میں پائی گئی ہیں جو انٹرمیڈیٹ کی کلاسوں کے لئے لازمی ہے جس کے مصنفین اور معلمین ڈاکٹریٹ اور ماسٹر کی ڈگریوں کے حامل اعلیٰ تعلیمیافتہ افراد ہی ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب کے ابتدائی اوراق میں دیباچہ طبع ثانی بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے پہلی اشاعت میں جو اغلاط تھیں وہ ممکن حد تک دور کر دی گئی ہیں۔

کتابت و طباعت کا اہم ترین فریضہ وفاقی وزیر تعلیم نے خود انجام دیا ہے یہ بات تو کسی بحث کی محتاج نہیں کہ وفاقی وزارت تعلیم کا نگران عملہ اعلیٰ ترین تعلیمی معیار کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ ترین گریڈوں کا مستحق بھی ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود ایک چھوٹی سی کتاب میں اتنی غلطیاں کیونکر ممکن ہو سکتی ہیں؟ اس کا جواب آپ کو اس لطیفہ میں ملے گا۔

ایک لطیفہ نہیں بلکہ واقعہ

آج سے چند برس قبل بندہ راولپنڈی سے شیخوپورہ ایک بس پر آ رہا تھا۔ مستورات بھی میرے ہمراہ تھیں۔ رات کا وقت تھا ڈرائیور نے فحش ریکارڈنگ شروع کر دی میں نے کنڈیکٹر کو بلا کر کہا کہ بھائی یہ فحش ریکارڈنگ بند کر دو۔ رات کا وقت ہے مستورات بھی گاڑی میں موجود ہیں کچھ شرم و حیا کا ثبوت دینا چاہیئے میری باتیں سن کر کنڈیکٹر نے ریکارڈنگ بند کروا دی۔ ہماری نشست کی اگلی جانب ایک صاحب تشریف فرما تھے جنہوں نے کنڈیکٹر سے میری گفتگو سنی تھی۔ وہ صاحب مجھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! یہ گانے اور

ریکارڈنگ وغیرہ اسلام میں منع ہے کیا؟

میں نے انتہائی خندہ پیشانی اور تحمل سے انہیں کتاب و سنت کی روشنی میں گانے وغیرہ کے بارہ میں بتایا۔ میری باتیں سن کر وہ نوجوان بولا کہ مولوی صاحب! میں نے ایم اے اسلامیات کیا ہوا ہے۔ آپ کی ساری باتیں آؤٹ آف کورس ہیں۔ میں نے آج تک یہ احادیث اور مسائل پڑھے ہیں نہ سُنے۔

مصنفین معلمین اور وفاقی وزارت تعلیم کے عملہ سے معذرت خواہ ہوں۔ کہ یہ سبھی حضرات قابل صد احترام و اعزاز ہیں۔ میرے اس لطیفہ کو جدید و قدیم کے نظریاتی اور نسلیاتی بُعد پر محمول نہ کریں بلکہ حقیقتِ واقعہ پیشِ نظر رکھیں کہ جن اغلاط کی راقم السطور نے نشاندہی کی ہے کیا وہ سبھی اغلاط پروف ریڈر کی غلطیاں ہیں! اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ غلطیاں آخر کن حضرات کی فکرِ صائب کا نتیجہ ہیں؟

میرے خیال میں ان غلطیوں سے تحفظ جن علوم کی بنیاد پر ممکن ہے ڈاکٹریٹ اور ماسٹر کی ڈگریوں کے حامل حضرات کے لئے وہ علوم آؤٹ آف کورس ہی نہیں بلکہ دِقّت و غموض کی وجہ سے اُن کی سٹڈی بھی شجرِ ممنوعہ سمجھی جاتی ہے۔ بالخصوص جب کہ ان علوم کی سٹڈی پر اُن کے گریڈ کی ترقی کا انحصار نہیں تو انہیں اس طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ان علوم سے ناواقفیت اور بے خبری کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامیات لازمی جیسی اہم ترین کتاب جس کی اہمیت کا وزارت تعلیم خود اعتراف کرتی ہے کہ طباعت ثانیہ بھی غلطیوں سے مبرّا ہونے کی بجائے متعدد علمی کوتاہیوں کا مظہر بن گئی ہے۔

وزارتِ تعلیم بھی اپنے متعلقہ

ایک اور جھوٹا

شاہ بلیغ الدین

دس آدمی سپاہیوں کی حراست میں شاہی محل کی طرف جا رہے تھے۔ بہت سے لوگ انہیں دیکھنے لگے۔ یہ لوگ جنہیں قیدیوں کی طرح لے جایا جا رہا تھا اچھے خاصے آدمی نظر آتے تھے۔ شاہی محل کے قریب جب بھیڑ بڑھ گئی تو ان قیدیوں کو محل میں لے جانا مشکل ہو گیا۔

مامون رشید اس وقت دربار میں موجود تھا۔ امراء، وزراء، قاضی صاحبان بہت سے عہدے دار موجود تھے۔ قیدی جب خلیفہ کے سامنے پیش کئے جا رہے تھے تو جیل خانے کا افسر بڑی کش مکش میں پڑ گیا قیدی دس تھے اب گیارہ ہو گئے تھے۔ اس نے سوچا یہ موقع چھان بین میں جانے کا نہیں سب کو مامون کے آگے پیش کر دیا ان کے بارے میں جو کاغذات تھے انہیں دیکھنے اور قاضیوں کے فیصلے کو پڑھنے کے بعد مامون رشید نے حکم دیا۔ کہ ان سب کی گردن اڑا دو۔ یہ سننا تھا کہ گیارھواں آدمی تڑپ کر آگے نکلا اور مامون سے بولا ـــــ امیرالمومنین! مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ مامون نے پوچھا ـ کیوں؟ کیا تم نے نبوت کا دعوٰی نہیں کیا؟ اس نے کہا۔ کبھی نہیں۔ میرے تو فرشتوں کو بھی نہیں معلوم کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا کیا معاملہ ہے؟ شاہی محل کے قریب انہیں دیکھ کر میں سمجھا کہ یہ معززین شاید شاہی ضیافت میں جا رہے ہیں اس لئے میں چپکے سے موقع دیکھ کر ان میں داخل ہو گیا۔ بُرا ہو زبان کے مزے کا میں تو مفت میں مارا گیا۔ مامون یہ سن کر ہنس پڑا۔ جیلخانے کے داروغہ نے بھی تصدیق کی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔

منہ کے مزے کے لئے آدمی چوری، سرزوری اور ضمیر فروشی پر اتر آتا ہے، عزتوں کا نیلام کر دیتا ہے، ملک و وطن کو بیچ دیتا ہے۔ یہ تماشا کوئی نیا نہیں۔ مسیلمہ کذاب، مختار ثقفی، طلیحہ اسدی، سجاع، اسود عنسی، عبداللہ بن سبا، ابو مسلم خراسانی، حکیم مقنع اور بہت سے گمراہ آدمیوں کی طرح چودھویں صدی میں اسلام کا ایک اور دشمن پیدا ہوا۔ غلام احمد اگر جھوٹا نہ ہوتا تو پادریوں کی مخالفت کرتے کرتے ان کی گود میں نہ جا گرتا۔ جو کام حضرت عثمانؓ کے دور میں یہودیوں کے ایجنٹ عبداللہ بن سبا نے کیا۔ وہی کام اس زمانے میں عیسائیت کا یہ ایجنٹ کر گیا صلیبی جنگوں میں جو مار مسلمانوں کے ہاتھوں عیسائیت کو پڑی اس کے بعد انگریز نے ہندوستان میں اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک تدبیر سوچی ـ لڑاؤ اور حکومت کرو ـ اس پالیسی پر عمل کرنے کے لئے پہلے تو انگریز نے ہندوؤں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور انہیں مسلمانوں سے لڑوا دیا۔ مسلمانوں کے ساڑھے سات سو سالہ دور میں ہندو ہمیشہ مسلمانوں کے گرویدہ رہے۔ لیکن انگریز نے اردو، ہندی کا جھگڑا کھڑا کیا۔ مسجدوں کے آگے باجے بجوا کر فسادات کرائے۔ گائے ذبح کرنے پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ پھر مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنے کے لئے فروعات پر دینی مدرسوں کے طالب علموں کو

لڑایا۔ تبرا بازی اور مدح صحابہؓ کی تحریکیں چلائیں۔ اور ترپ کی چال چلی تو ایک جھوٹا نبی کھڑا کر دیا۔ اسے خوب پبلسٹی دی۔ وائسرائے کی مجلس وزراء میں بڑی مدت کے لئے صرف اسی کے چیلے چانٹوں کو لیا۔ جو عبداللہ بن ابی کی طرح نام کے مسلمان تھے ـــ انہیں رائٹ آنریبل، سر، خان بہادر نہ جانے کیا کیا خطابات دئے گئے فوج اور انتظامیہ کے عہدے اُن کے لئے مخصوص کر دئے گئے۔ اس میں انگریز کے کئی فائدے تھے۔ مسلمانوں کے آگے جب یہ محاذ کھلا تو انہوں نے عیسائی مشنریوں کو چھوڑا اِدھر اپنی توجہ پھیر دی۔ نتیجہ یہ کہ عیسائی بنانے کا کام زور پکڑ گیا۔

ختم نبوت کا عقیدہ ایمان اور کفر کا معاملہ ہے۔ یہ مسلمانوں کی شہ رگ پر چھری چلانے کا کام تھا۔ صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جھوٹے نبی اور اس کے ماننے والوں کے خلاف شدید جہاد کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے نبی مبعوث ہوئے۔ آپ نے نظامِ صلوٰۃ قائم کیا۔ دس لاکھ مربع میل کی اسلامی مملکت قائم کی اور دینِ حق کو غالب کر کے دکھایا۔ کوئی کام باقی نہیں رہا کہ کوئی نبی آئے اس لئے یہ بات واضح کر دی گئی کہ نبوّت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ غلام احمد نے اسلام کا نام لے کر اور اسلام کی تمام اصطلاحوں کو استعمال کر کے اپنا ایک جھوٹا فرقہ بنایا۔ امّت کے وسیع تصوّر کو یہ ناگ بن کر ڈستا رہا۔ جہاد کے ختم کرنے کا اس نے اعلان کیا اس کے چیلے چانٹوں نے جھوٹا حلف نامہ داخل کر کے اور اپنے آپ کو راسخ العقیدہ مسلمان بتا کر ووکنگ کی مسجد میں امامت حاصل کی۔ لندن میں اپنے فرقے کا ایک مرکز بنا لیا۔

پاکستان کے وجود میں آنے کی کئی مصلحتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس فتنے کو ختم کیا جائے۔ اگر مسلمانوں کی حکومت نہ ہوتی تو اسلام کے خلاف اس دور کی یہ سب سے منظم سازش جاری رہتی۔ باونڈری کمیشن کی بے ایمانی کی ایک بڑی وجہ کشمیر ہی کا مسئلہ نہیں تھا قادیان کو ہندوستان میں رکھ کر اسے ایک خاص سرپرستی مہیا کرنا تھا۔ آج اگر مسلمان ہوشیار رہیں تو یہ فتنہ مٹ سکتا ہے۔ جو عمل یہاں رُک گیا ہے اب باہر شروع ہوا ہے اکتوبر ۱۹۸۳ء میں ٹورانٹو کینیڈا میں ایک ختم نبوّت کانفرنس بلائی گئی۔ مجھے خصوصی مہمان کی حیثیت سے شرکت کا موقع ملا۔ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے قادیانیوں نے یہاں اپنی کانفرنس کی۔ پریس، ریڈیو اور ٹی وی پر خوب دھوکا چلا۔ اسلام کا نام لے کر قادیانیوں نے اپنی خوب پبلسٹی کی۔ غفلت زدہ اور ناواقف مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ابھی میں امریکہ کے دورے پر تھا کہ ٹورانٹو میں ختم نبوّت کانفرنس کا خصوصی دعوت نامہ مجھے ملا۔ اس میں عرب و عجم کے بہت سے نمائندوں نے حصّہ لیا۔ لیکن حکومت پاکستان کے سفارت کار اسے شجر ممنوعہ سمجھ کر دور رہے۔ کانفرنس کے مندوبین کبھی حکومتِ پاکستان کے دُہرے معیار پر اپنا خون کھولاتے رہے کبھی ان مخصوص سفارت کاروں کی دوں ہمتی اور بے حسی پر کفِ افسوس ملتے رہے جو آخر وقت تک کانفرنس کے منتظمین کو اطمینان دلاتے رہے کہ کانفرنس میں اُن کی نمائندگی ضرور ہو گی۔ اصل میں یہ معاملہ امیروں یا سفیروں کا نہیں ایمان اور اعتقاد کا تھا۔ اب قیامت میں وہ اللہ تعالٰے کے آگے جواب دہ ہوں گے۔ کانفرنس کے منتظمین نے اسی لئے انہیں نظرانداز کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی تو بہت سے بندوں کی آنکھیں کھلیں اور سب نے مل کر طے کیا کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کو اس فتنے

([illegible] مضمون)

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور نمبر ۲

گلٹیاں، ضعفِ بصارت

س (ا) تقریباً چھ ماہ سے میرے جسم کے مختلف حصوں پر گلٹیاں نمودار ہوتی رہتی ہیں۔ انگریزی گولیاں کھانے سے غائب ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر ایک دن گولیاں نہ کھائی جائیں تو دوبارہ نمودار ہو جاتی ہیں۔ براہِ کرم کوئی دیسی علاج بتائیں۔

(ب) متواتر مطالعہ سے بینائی میں بھی فرق آگیا ہے اور چار نمبر کی عینک لگائی ہے لیکن نظر مزید کمزور ہو رہی ہے۔

(غلام اکبر، جامعہ خیر المدارس ملتان شہر)

ج : (ا) اطریفل غددی۔ روزانہ ایک تولہ رات سوتے وقت پانی یا عرق گاؤزبان کے ساتھ کھائیں اور مرہم داخلیون گلٹیوں پر لگائیں۔ دونوں دوائیں ہمدرد یا اجمل دواخانہ کی تیار شدہ بازار سے دستیاب ہیں۔

(ب) ہر روز تین تین ماشہ سونف سبز دن میں چار مرتبہ چبا کر کھائیں۔ سال بھر متواتر استعمال سے عینک کی ضرورت نہیں رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

گنجا پن

س : میری بچی بعمر بارہ سال کے سر کے بال تین چار ماہ سے متواتر گرنے لگے ہیں۔ اب تو درمیان میں سے گنج ہو گیا ہے انڈوں کا تیل لگا رہے ہیں لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔

(منور حسین ضیا، قادری، صادق آباد)

ج : مناسب ہے کہ ہر سات روز بعد سر کو استرے سے مونڈ دیں اور روغن آملہ لگاتے رہیں۔ روغن آملہ بنانے کی ترکیب یہ ہے آملہ سبز کو تراش کر (گٹھلی نکال کر) نصف بوتل تک ڈالیں۔ اور اس پر سفید تلوں کا خالص تیل اس قدر ڈالیں کہ پوری بوتل بھر جائے۔ اس بوتل کو کارک لگا کر دھوپ میں رکھ دیں۔ جب آملے خشک اور سیاہ ہو جائیں تو تیل چھان کر رکھ لیں۔

اگر سبز آملے نہ مل سکیں تو ایک پاؤ خشک آملے کر انہیں رات کو تین پاؤ پانی میں بھگو دیں صبح جوش دیں کہ ڈیڑھ پاؤ پانی رہ جائے۔ پانی چھان کر اس میں تین پاؤ تل کا تیل ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ حتیٰ کہ آملے جل جائیں۔ اب تیل چھان کر بوتل میں محفوظ رکھ لیں۔ اور خشک بالوں میں استعمال کیا کریں۔ نیز سر پر ہر قسم کا صابن استعمال کرنا چھوڑ دیں۔

پیٹ کے کیڑے

س : میں عرصہ دراز سے پیٹ کے کیڑوں کے مرض میں مبتلا ہوں متعدد انگریزی دیسی دوائیں استعمال کیں۔ لیکن کسی سے مکمل شفایابی نہیں ہوئی۔ براہِ کرم کسی مجرب اور آزمودہ نسخے سے نوازیں۔

(محمد یوسف ندیم کوٹ ادو۔ مظفر گڑھ)

ج : (ا) کمیلہ ۳ ماشہ، تخم ترب ۹ ماشہ دونوں کو پیس کر دہی میں ملا کر صبح کھائیں یا

(۲) برگ نیم ۶ ماشہ، کمیلہ ۶ ماشہ، برنگ کابلی ۶ ماشہ۔ شہد میں سوتے وقت کھائیں۔